تیرا دل تو ہے صنم آشنا۔ تجھے کیا ملے گا نماز میں

محمد اسحاق طاہر

اخلاص نیت ہر فعل و عمل میں خشت اول کی حیثیت سے اس فعل کو مقبولیت کے دروازے پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے جذبہ عمل کو ترقی و عروج حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ بیج ہے جس کی وجہ سے ایسا بار آور درخت پیدا ہوتا ہے جس کے برگ و بار اس کی رعنائی و دلفریبی کو دو چند کردیتے ہیں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر ایک عالیشان قصر کا وجود قائم ہوتا ہے۔ ایک خوبصورت اور تناور درخت کا انحصار اس کے بیج پر ہوتا ہے۔ اگر بیج تناور اور صحت مند ہو تو درخت کی نشوونما قابل دید ہوتی ہے۔ ایک عظیم الشان عمارت کا دارومدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو تو اس قصر کی پائیداری اور دیرپا ہونے کے کیا کہنے!

عقیدہ انسانی افعال و کردار کا منبع ہے' اسی نظریے سے سارے اعمال کا ظہور ہوتا ہے۔ ایک قابل قبول عقیدے کی بنیاد اخلاص پر ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ قرین قیاس ہو گا کہ اعمال کی بنیاد عقیدہ ہے اور عقیدے کی بنیاد خلوص نیت پر۔ اعتقاد جازم کے بغیر انسانی افعال کی مثال اس جھاگ سی ہے جو سمندر کی تہہ پر نظر تو آتی ہے لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

جو قوت افعال کو شرف قبولیت کے لائق بناتی ہے وہ جذبہ محرکہ ہے جو ہر فعل و عمل کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے۔ یہ جذبہ باطنی اگر صادقہ ہو' اخلاص پر مبنی ہو' تقوی پر منتج ہو' خشیت الہی کا اس میں شمول ہو تو معمولی سا عمل بھی نموو بڑھوتری کی منازل طے کرتے ہوئے بے پایاں اجر و ثواب کا باعث بنتا ہے اس لئے کہ "انما الاعمال بالنیات" کے تحت اعمال کا انحصار نیت و ارادہ پر ہے۔ نظریہ ذہنی اور عزم قلبی اگر راست پر مبنی ہو تو لامحالہ عمل میں وہ حسن و خوبی جنم لیتی ہے جو انسان کو اپنے پروردگار کے قریب تر کرنے کا باعث بنتی ہے۔

> جس نے ایام زیست میں معصیتوں اور نافرمانیوں سے اپنے دامن کو آلودہ کر رکھا ہو جذبہ صادق سے استغفار ہی اس کیلئے نفع بخش ثابت ہو سکتا ہے۔

خواہ ساری زندگی خطاؤں سے آلودہ ہو' کبیرہ گناہوں نے دل کو سیاہ کر دیا ہو' طبیعت سرکشی و بغاوت کی عادی بن چکی ہو' احکام شریعت سے بے اعتنائی اور شارع کی معصیت و نافرمانی معمول حیات ہو اور نفس امارہ کی طغیانیاں عروج پر ہوں ایسے میں توفیق الہی سے توبہ کرتے ہوئے کلمہ اخلاص کہنا' اس تریاق سا کام کرتا ہے جو پل بھر میں عمر بھر کی روحانی بیماریوں کو محو کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل کے کفل نامی شخص کا واقعہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

برائیاں اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں۔ بدکاری اس کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ معصوم عورتوں کی عصمت سے کھیلنا اس کا معمول تھا۔ لیکن انجام کار ایک عفت و عصمت کی دیوی کے خوف الہی سے بھرپور چند الفاظ نے اس کے دل کو وہ جلا بخشی اور اس کے ضمیر کو بیدار کرکے اس طرح جھنجھوڑا کہ خشیت الہی اس کے رگ و پے میں سرائت کر گئی۔ ساری رات ہچکیوں میں گزر گئی۔ اخلاص و ندامت کے آنسوؤں کی برسات نے وہ اثر دکھایا کہ کل تک کا بدنام زمانہ کفل شفق پھوٹنے سے پہلے ہی "قد غفر اللہ لکفل" سے اللہ کی رحمت و غفران کے حصول میں کامیاب ہو گیا اور فوز و فلاح سے ہمکنار ہوا۔

یہی جذبہ صادقہ اس گنہگار کے لئے بھی نفع بخش ثابت ہوا کہ جس نے ایام زیست میں معصیتوں اور نافرمانیوں سے اپنے دامن کو آلودہ رکھا' ننانوے سجلات اپنے گناہوں کے رقم کروا لئے۔ لیکن زندگی میں اس کو ایمان اور کامل یقین و اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھنے کی سعادت بھی نصیب ہو گئی۔ اس یقین و اعتماد اور خلوص نیت کے ساتھ پڑھے ہوئے کلمہ کے چھوٹے سے پرزے نے وزن اعمال کے وقت روز جزا کو وہ کام دکھایا کہ اس کے مقابلے میں گناہوں کے یہ ننانوے بڑے دفتر ہلکے اور ہیچ نظر آئے اور یہی ایمانی قوت اور خلوص قلب و اعتقاد جازم سے نکلا ہوا ایک بول ہی اس خوش بخت کی نجات اخروی کا باعث بن گیا۔

عبادات' حرکات و سکنات کا نام نہیں' یوں کہئے کہ اسلام ظواہر کا کوئی اعتبار نہیں کرتا بلکہ اسلام باطن کو دیکھتا ہے کہ اس عمل کے ورے کیسا جذبہ و محرک کارفرما ہے۔ قدر و سپاس اور فضیلت و شرف اسی جذبہ کو حاصل ہے جو اخلاص پر مبنی ہو۔ فلسفہ قربانی پر ہی نظر ڈالئے' قرآن کریم نے اس کی حکمت کا یوں اظہار فرمایا کہ "لن ینال الله لحومها و لا دماء ها ولکن ینالہ التقوی منکم" بارگاہ ایزدی میں قربان کئے جانے والے جانور کی جسامت اور لحم و شحم کو نہیں دیکھا جاتا ہے بلکہ خالق کائنات کی نظر تو کیفیت قلوب پر ہے۔ قبولیت تو اس تقوی' اخلاص اور جذبہ صادقہ کو حاصل ہوتی ہے' جو اس ظاہری عمل سے ورے باطن میں خوشنودی الٰہی کا باعث بنتا ہے اور اسی جذبہ محرکہ کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے کہ جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکنے سے پہلے ہی تمام گناہ غفور الرحیم ذات کی رحمت و مغفرت سے محو ہو جاتے ہیں۔

حقیقت میں یہی سچی لگن اور صدق قلبی و تطہیر ذہنی ہی انسان سے مقصود و مطلوب ہے وگرنہ اگر اس جذبہ کو فخر و ریاء کی گھن لگی ہوئی ہو' خوشنودی خالق کی بجائے رضا مندی مخلوق مقصود ہو' اخلاص کی بجائے نفاق ہو اور دلی لگاؤ کی بجائے ظاہری ملمع سازی ہو تو بظاہر نیک و مقدس عمل بھی بجائے اجر و ثواب کے عذاب و عتاب کا اور بجائے فوز و فلاح کے گھاٹے اور خسران کا باعث بن جاتا ہے۔ تعلیم و تدریس اور جہاد عظیم اعمال صالحہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بلاشبہ عالم' مجاہد اور قاری عظیم و جلیل مرتبہ کی حامل شخصیات ہیں لیکن اگر انہی اوصاف کی حامل شخصیات کے دل میں ریاکاری پیدا ہو گئی اور خوشنودی الٰہی کے بجائے مقصد و مدعا لوگوں پر اپنی عظمت و تقوی کی دھاک بٹھانا ہوا تو یہی [illegible] ضائع و بے کار بلکہ واصل جہنم ہونے کا باعث بن جائیں گے۔

باعظمت بننے کے لئے صالح کردار کا حامل ہونا لازمی امر ہے اور مضبوط کردار کے لئے خالص نظریہ و اعتقاد اسی قدر ضروری ہے جس قدر ایک تناور درخت کے لئے توانا بیج اور ایک عالی شان قصر کیلئے خشت اول بطور بنیاد۔ اس کے بغیر اعمال اس جسم سی حیثیت رکھتے ہیں جس میں روح نہ ہو' اس دل سے حیثیت رکھتے ہیں جو دھڑکن سے خالی ہو اور اس پھول سی حیثیت رکھتے ہیں جس میں خوشبو معدوم ہو۔

اخلاص کے تضاد میں ریاکاری اور دکھلاوا اپنی جھلک دکھلاتا ہے۔ اگرچہ یہ ظاہرا تو خوشنما اور تزئین شدہ چیز ہے لیکن درحقیقت یہ خواہش پرستی کا ایسا صنم ہے جس کی انسان خدا کے مقابل پرستش کرتا ہے۔

انسان نے دل میں طرح طرح کے بت پال رکھے ہیں۔ شہوات کا بت' اعزہ و اقرباء کی محبتوں کا جمود اور مال و ثروت و جاہ و حشمت کی چاہت' دراصل یہ سب ایسے اصنام ہیں جن کی انسان اله کے طور پر عبادت کرتا ہے۔ اس کی تصور کشی اللہ رب العزت نے ان الفاظ سے کی ہے:

افرایت من اتخذ الٰهه هواہ و اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشوة-

صنم آشنائی محض مجسمہ جات اور قبروں کی پوجا کا نام نہیں اور شرک صرف کسی حسی چیز کے سامنے سربسجود ہو جانے کو ہی نہیں کہتے بلکہ دل میں خواہشات کے بت پال رکھنا اور شب و روز انہی کی رضا کے حصول میں صرف کرنا بھی صنم آشنائی ہے۔ اتباع نفس بھی تو صنم آشنائی ہے۔ حب دنیا کی خاطر حلال و حرام کی تمیز کو پس پشت ڈال کر مادہ پرستی بھی تو صنم آشنائی ہے۔ الغرض ہر وہ عمل جس کے انجام دینے سے خدائے واحد سے بے اعتنائی اور اسباب پر بھروسے کا اظہار ہوتا ہو وہ صنم آشنائی کی ذہنیت کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔

عبادات کی روح اخلاص ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

و ما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین-

قبولیت اعمال کا واحد ذریعہ خالص نیت ہے۔ اخلاص کی موجودگی میں بظاہر حقیر سا عمل بھی بارآور ہوتا ہے جبکہ اس کے عدم سے مثل جبل نیکیاں بھی رائیگاں و بے کار جاتی ہیں۔ ایسی عبادات سے کیا حاصل کہ جس میں قلب و زبان ہم آہنگ نہ ہوں۔ ایسی نماز کا کیا فائدہ کہ جس میں جذبات کا بہاؤ ادائیگی الفاظ کے ساتھ نہ ہو اور ایسے سجدوں کی قبولیت کیونکر ہو کہ جن سے سوائے جبین خاک آلود کرنے کے کچھ حاصل نہ ہو۔ اسی حقیقت کا اظہار اقبالؒ نے اپنے الفاظ میں یوں کیا ہے۔

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی' تو زمین سے آنے لگی صدا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا' تجھے کیا ملے گا نماز میں

اہل قلم متوجہ ہوں!

اہل قلم حضرات مضمون لکھتے وقت خوشخط' صفحہ کے ایک طرف لکھیں۔ حوالہ جات میں صفحہ نمبر' جلد نمبر اور طبع ضرور لکھیں تاکہ چیک کرنے میں آسانی ہو۔ شکریہ